ڈاکٹر نور النبی مرحوم

(حمید نسیم رفیع آبادی، ایم۔ اے، علی گڈھ)

ڈاکٹر نور النبی صاحب ۷ر جنوری ۱۹۸۶ء کو اس دار فانی سے کوچ کر گئے، مرحوم ۳۱ر دسمبر ۱۹۲۹ء کو بہار میں پیدا ہوئے، انھوں نے ۱۹۵۲ء میں پٹنہ یونیورسٹی سے بی۔ اے آنرس (فلسفہ) میں کیا، اور ۱۹۵۴ء میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے ایم۔ اے کا امتحان امتیاز کے ساتھ پاس کیا، ۱۹۵۸ء میں موصوف نے مسلم یونیورسٹی علیگڑھ ہی سے ڈاکٹر ظفر الدین مرحوم کی نگرانی میں P.H.D کی ڈگری حاصل کی۔ اس کے بعد مسلم یونیورسٹی میں ۱۹۵۵ء میں لکچرر مقرر + ڈاکٹر صاحب نے Visiting professor کی حیثیت سے اولڈ ڈومینشن old Dominion، نارفاک (Norfolk) تکاگو ڈیاب (Deals) اور مسلم کیمونٹی سینٹر سکاگو (امریکہ) میں لیکچر دیے مرحوم نے فلسفہ اور مذہب سے متعلق کم و بیش ۲۲ کانفرنسوں میں شمولیت فرمائی جو ہندوستان اور بیرونی ممالک مختلف جگہوں پر منعقد ہوئیں۔ ڈاکٹر صاحب کے چالیس سے زیادہ مقالات مختلف فلسفیانہ مذہبی، دینیاتی اور صوفیانہ موضوعات پر ہندوستان اور دنیا کے مشہور علمی رسالوں میں چھپے آپ کی تین باقاعدہ کتابیں ہیں، انکی کتاب ——— علمی حلقوں میں خاصی مقبول ہوئی۔ مرحوم حال ہی میں امریکہ میں کئی کانفرنسوں میں شمولیت کی غرض سے تشریف لے گئے تھے وہاں ہی ان کے بائیں پاؤں میں زخم ہو گیا، اور ذیابیطس

+ ہوگئے۔ اور ۱۹۶۲ء میں ڈاکٹر صاحب یہیں ریڈر ہو گئے ۱۹۷۰ء

کے مرض میں پہلے ہی سے مبتلا ہونے کی وجہ سے اس زخم نے خطرناک صورت اختیار کر لی اور آخر کار یہی ڈاکٹر صاحب کی زندگی کا آخری زخم ثابت ہوا۔

نور النبی صاحب کا منصوبہ تھا کہ وہ مسلم فلسفہ اور اسلامی تصوف کے اصلی ماخذ تک رسائی کے ذریعے سے مسلمانوں کے عظیم علمی کاموں اور کارناموں کی از سر نو تفتیش کا گرانبار کام انجام دیں۔ اس سلسلے میں آپ نے مختلف موضوعات جیسے ارسطو اور ابن رشد، شاہ ولی اللہ دہلوی، مجدد الف ثانیؒ، شاہ ہمدان میر سید علی ہمدانیؒ، گیسو دراز، بابا فرید صاحبؒ، محمد جائسی وغیرہ جیسی اہم اور عہد ساز شخصیتوں اور ان کے فلسفوں اور تعلیمات کو اپنی صحیح اور اصل صورت میں دنیا کے سامنے پیش کرنے کے لئے کام کا آغاز بھی کرایا تھا۔ اس کے علاوہ مرحوم کے پیش نظر غزالی کی "تہافتہ الفلاسفہ" کے تنقیدی جائزے اور ابن عربی کے فلسفہ "وحدۃ الوجود" پر کام کے بھی منصوبے تھے کیونکہ آپ کا خیال تھا کہ لوگوں نے ابن عربی کو غلط انداز سے سمجھنے کی کوشش کی ہے وہ کہتے تھے کہ اگر ان کے فلسفے کے اصل ماخذ سے مدد لے کر جائزہ لیا جائے تو ان کے متعلق شکوک و شبہات دور ہو سکتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے ابن رشد کی کتاب "فصل المقال" کا اردو میں ترجمہ کرایا، اس پروجیکٹ کے لئے U.G.C نے گرانٹ بھی منظور کرلی تھی۔ مگر نہ معلوم قدرت کو کیا منظور تھا کہ ڈاکٹر نور النبی صاحب صرف ۵۲ سال کی عمر میں ان تمام اہم منصوبوں کو ادھورا چھوڑ کر اللہ کو پیارے ہو گئے۔

ڈاکٹر صاحب مرحوم بہت سارے محاسن حسنہ کا مجسمہ تھے، سب سے بڑی خوبی جو ان میں تھی وہ یہ تھی کہ ان کو اپنے مذہب اپنی تہذیب اور اپنے شاندار علمی ورثے کی عظمت کا احساس اور اسکے احیاء کا جذبہ تھا وہ مغرب کے فلسفہ اور علوم جدیدہ میں انکی ترقی سے مرعوب نہیں تھے، یہی وجہ ہے کہ فلسفہ پڑھنے اور پڑھانے کے باوجود انہوں نے کبھی بھی مذہب اور تصوف کے موضوع کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا بلکہ ہر موقع پر فلسفہ کی مدد سے مذہب کو جاندار انداز میں پیش کرنے کی کوشش کرتے رہے

مغرب کے اندھے مقلد نہ تھے، بلکہ اسکے برعکس ان کو اپنے مذہب اپنی تہذیب اور اپنے اسلاف کے کارناموں کے ساتھ ایک والہانہ لگاؤ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ انھوں نے حکمت اور فلسفہ کے ان سرچشموں کا کھوج لگانا شروع کیا تھا جو ہمارے مسلمان حکماء اور فلاسفہ نے بڑی کاوش اور محنت سے فراہم کیے ہیں۔ نور النبی صاحب مرحوم ان لوگوں کی طرح نہیں تھے جو احساس کمتری میں مبتلا ہو کر اپنے ماضی اور مذہب سے کنارہ کش ہو کر مغرب سے بلند ہونے والی ہر آواز پر فریفتہ ہوتے اور بقول سارتر (Sartre) ان مرعوب دانشوروں کی طرح نہ تھے جو اپنے لوگوں کو پیرس، لندن اور امسٹرڈم (Amsterdam) سے بلند ہونے والی آواز (PARA ATHERHWD) اور (THENIN) پر "PARATHENMood-THERHWD" کی صدائے بازگشت دیتے۔ اسکے برعکس انکو یقین تھا کہ مسلمان فلسفیوں حکماء اطباء اور صوفیاء کے کارنامے بذات خود اتنے دقیع اور قابل قدر ہیں کہ یہ ہم کو مغرب کے تمام ملحدانہ اور مادہ پرستانہ فلسفوں سے نہ صرف بے نیاز کر سکتے ہیں بلکہ ہماری ہمہ جہت ترقی اور کامیابی کے محرک بھی ثابت ہو سکتے ہیں۔ ڈاکٹر مرحوم کا یہ بھی ادعا تھا کہ موجودہ علوم و فنون اور فلسفہ میں مغرب نے جو ترقی کی ہے اسکی بنیاد سب سے پہلے مسلمانوں نے ہی رکھی تھی اور مغرب نے اسی بنیاد پر اپنے علمی کارناموں کو مرتب کیا۔ مگر اپنے اولین معلمین مسلمانوں کے بجائے ساری علمی ترقی کا سہرا اپنے سر باندھنا چاہا۔ یہی وجہ تھی کہ نور النبی صاحب چاہتے تھے کہ مسلم فلسفہ اور دوسرے علوم کو اپنے بنیادی ماخذ (ORIGINLS OURLES) سے حاصل کرکے تحقیق و تفتیش کے بعد دنیا کے سامنے پیش کیا جائے تاکہ مسلمان مرعوبیت اور احساس کمتری سے نکل کر اپنے تہذیبی اور مذہبی ورثے کو نہ صرف محفوظ رکھ سکیں بلکہ اس کو اور ترقی بھی دے سکیں۔

مرحوم ڈاکٹر صاحب دنیا کے مختلف حصوں میں مسلمانوں پر ٹوٹنے والی مصیبتوں اور مظالم کی خبریں سن کر بے چین ہو جاتے تھے، اور وہ باقاعدہ دنیا کے حالات اور خصوصاً مسلمانوں کے حالات سے مکمل آگہی رکھتے تھے، اور جب کبھی ان کو موقع ملتا کہ وہ ان حالات پر تبصرہ کریں تو ان کے دلسوزی اور ہمدردی میں ڈوبے ہوئے الفاظ سامعین کے دلوں کو چھو جاتے تھے، اور ان میں خود بخود کچھ کرنے کا جذبہ بیدار ہو جاتا تھا۔ اس کے علاوہ مرحوم غریبوں، مسکینوں اور فروتر گریڈ کے ملازمین طبقہ کے ساتھ بہت ہمدردی رکھتے تھے، اور ان کے دکھ درد میں برابر کے شریک حال رہا کرتے تھے نہ صرف خود ان کی مدد کرتے بلکہ اپنے سے وابستہ گوناگوں قسم کے لوگوں اور شاگردوں کو بھی ان کی مدد کرنے پر ابھارتے تھے۔ اپنے شاگردوں کی مدد کرنا، ان کی پڑھائی اور دیگر کاموں کے متعلق ان کو مشورے دینا اور رہنمائی کرنا، اور ان کے ساتھ اچھی اخلاقی و دینی لحاظ سے تربیت کرنا اور انکی صلاحیتوں کو نشو و نما دینا ڈاکٹر صاحب کی بہت ساری خوبیوں میں سے چند نمایاں خوبیاں تھیں۔ مرحوم اس شعر کے حرف بحرف مصداق تھے:

؎ درغم دیگر بسوز و دیگراں راہم بسوز،

محنت اور عمل مرحوم کی زندگی کے دو مستقل اصول تھے۔ وہ نہ صرف اس پر خود کاربند رہتے تھے بلکہ اپنے ساتھ کام کرنے والے تمام لوگوں کو بھی اچھی زیورات سے آراستہ کرنے کے لئے کوشاں رہتے تھے،

اسلام کے ساتھ نور النبی صاحب کو والہانہ عقیدت تھی، چنانچہ اسلام مخالف حلقوں اور مغرب زدہ اور مارکسسٹ مسلمانوں کی طرف سے [illegible] مرحوم مسکت جواب دیتے تھے، اپنے شاگردوں کو ہر وقت [illegible] کے ساتھ چمٹے رہنے کی تلقین کیا کرتے تھے [illegible] افزائی کرتے تھے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی [illegible]

محبت اور عشق تھا عشق رسول نے آپ کو اتنا گرویدہ بنا دیا تھا کہ جب بھی کسی کی طرف سے رسول اللہ ﷺ یا صحابۂ رسول ﷺ کے بارے میں کسی معمولی قسم کا اعتراض یا ان کی شان میں سوئے ادب کا مظاہرہ دیکھتے تو بے چین ہو جاتے تھے اور گرمی ہوتی آواز میں معترض پر برستے تھے چنانچہ اپنے مرض الموت میں ڈاکٹر صاحب مرحوم راقم اور حیات مالک کو بار بار زیارۃ قبر النبی ﷺ سے متعلق احادیث تلاش کرنے کے لئے کہتے اور جب ہم نے ان کو "من زار قبری وجبت له شفاعتی" والی حدیث سنائی تب جا کے ان کو اطمینان ہوا۔

آخر میں ڈاکٹر نور النبی مرحوم کے متعلق صرف اتنا ہی کہا جا سکتا ہے کہ وہ علمائے سلف کی ایک یادگار تھے، ان کے علمی اور عملی منصوبے اتنے عظیم اور اہم تھے کہ جیسے وہ اسلامی فلسفہ اور تصوف کی از سر نو تدوین و تجدید کرنا چاہتے ہوں۔ اگرچہ مرحوم اب ہم میں موجود نہیں ہیں۔ مگر اس کے باوجود ۵۲ سال کی مصروف ترین زندگی گزار کر انھوں نے کام کرنے والوں کے لئے نمونہ اور مثال چھوڑی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مرحوم کو اپنی رحمتوں سے نوازے اور ان کے ادھورے چھوڑے ہوئے مفید علمی کاموں کو آگے بڑھانے کا جذبہ ہمارے دلوں میں پیدا کرے ؎

آسماں تیری لحد پہ شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ تیری نگہبانی کرے